"اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہے تو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے تو کیسے اس کی مدد کروں؟ آپ نے فرمایا، تم اس کو ظلم سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔"

(بخاری)

ظالم کا ھاتھ کون روکے گا ......؟؟

(موجودہ وقت کا ایک بنیادی سوال)

انسانیت کو گمراہی اور ضلالت کے اندھیروں سے نکالنے اور معاشرے میں پھیلے ہوئے ظلم وستم، ناانصافی اور اس کے ساتھ بے حیائی وفحاشی کے طوفان کو روکنے کی ذمہ داری کس کی ہے......؟؟ پہلے اللہ تعالیٰ یہ کام انبیاء کرام سے لیتا تھا۔

اب یہ کام کون کرے گا......؟؟

تحریک طلباء وطالبات لال مسجد

رابطہ اسلام آباد: 0334-5376960

اسلام صرف عبادات کا نام نہیں

'' اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے...... جو لوگ موجودہ زمانے کی کش مکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک ''بدنما داغ'' لگاتے ہیں۔''

''بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہرے پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں پر خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں' بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا' اور ان کے سامانِ حرب و ضرب کا خوف طاری ہو جاتا ہے''

(شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ)

ظالم کا ہاتھ کون روکے گا......؟؟

(موجودہ وقت کا ایک بنیادی سوال)

سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِىْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ﴾ (سورۃ الاعراف : ۱۵۷)

"وہ پاکیزہ چیزوں کو حلال فرماتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں۔ اور ان لوگوں پر جو (جاہلیت کے) بوجھ اور طوق ہیں ان کو دور کرتے ہیں۔"

یعنی رسول ﷺ کا فرضِ منصبی تھا کہ لوگوں کو جہالت کے اندھیاروں سے روشنی کی طرف لے کر آئیں ......اور جہالت کے وہ طوق، جس کے نیچے انسانیت پسی جا رہی ہے نکال باہر کریں ......یہی کام حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا جب کہ وہ اللہ تعالیٰ سے تعلق کی اس انتہا پر تھے کہ اللہ سے ہم کلام ہو رہے تھے......اس وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ جاؤ فرعون کی طرف وہ سرکش ہو گیا ہے......

﴿اِذْهَبْ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى﴾ (سورۃ طٰهٰ : ۲۴)

"جاؤ فرعون کی طرف کہ بیشک وہ سرکش ہو گیا ہے۔"

یہ سب آخر کیوں......؟؟ دراصل فرعون نے بنی اسرائیل کو غلام بنا لیا تھا اور اپنے جابرانہ نظام میں جکڑ دیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے کہا جاؤ وہ سرکش ہو گیا ہے......اور اس کی سرکشی کی وجہ سے بنی اسرائیل کو اللہ سے لو لگانے کا موقع نہیں مل رہا...... چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

حضرت ہارون علیہ السلام دونوں گئے:

﴿فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى﴾

(سورۃ طٰہٰ :٤٧)

''تم اس کے پاس جا کر کہو کہ ہم تمہارے پروردگار کے پیغمبر ہیں تو تم ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ان کو تکلیف نہ دو ہم تمہارے پاس تمہارے رب کی نشانیاں لے کر آئے ہیں۔اور سلامتی ہے اس کیلئے جو راہ راست کی پیروی کرے۔''

اور پھر آخر کار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طویل جدوجہد کے بعد بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دلائی ......اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے صرف لوگوں کو اسلامی تعلیمات پڑھ کر نہیں سنائیں...... بلکہ وہ نظام غالب کر کے دکھایا جس کے اندر رہتے ہوئے انسانیت کو اللہ سے لولگانے کا موقع مل سکے......اور لوگ عدل وقسط پر قائم ہو جائیں......اور یہی انبیاء کرام کے بھیجے جانے کا مقصد تھا......

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (سورۃ الحدید:٢٥)

''ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا اور ان پر کتابیں اور ترازو (یعنی نظامِ عدل وقسط) نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔''

اس سلسلے میں ایک صحابی، سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے الفاظ قابل غور ہیں...... جوانہوں نے اس دور کی سپر پاور کسریٰ کے دربار میں کہے تھے:

((اِنَّ اللّٰهَ ابْتَعَثَنَا لِنُخْرِجَ النَّاسَ مِنْ عِبَادَةِ الْعِبَادِ اِلٰى عِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهُ، وَمِنْ ضِيْقِ الدُّنْيَا اِلٰى سَعَتِهَا، وَمِنْ جَوْرِ الْاَدْيَانِ اِلٰى عَدْلِ الْاِسْلَام))

(البداية والنهاية 7/39)

''بے شک اللہ نے ہمیں بھیجا ہے تاکہ ہم نکالیں انسانوں کو بندوں کی عبادت سے اللہ وحدہ کی عبادت کی طرف اور دنیا کی تنگی سے اس کی وسعت کی طرف اور (باطل) ادیان کے ظلم وستم سے اسلام کے عدل کی طرف۔''

یعنی جس نور سے صحابہ کرامؓ نے خود روشنی حاصل کی اسے لے کر مدینہ میں نہیں بیٹھے رہے...... بلکہ عالمِ انسانیت میں جہاں کہیں ظلم تھا...... ناانصافی تھی...... جہالت تھی...... انسانیت مجبور تھی...... ظلم کی چکی میں پس رہی تھی...... انہوں نے اس کو ظلم سے نجات دلائی...... اور اس نظام کو غالب کرنے کے لئے میدانِ عمل میں اترے...... جس کو محمد عربی ﷺ لے کر آئے تھے......

لیکن آج پھر انسانیت ظلم اور ناانصافی کا شکار ہے...... طاغوت نے پھر اسے اپنے شکنجے میں جکڑ لیا ہے...... اس دنیا میں شیطان کے ایجنٹ یہود اپنے گریٹر اسرائیل (Greater Israel) کے قیام کے لئے رذیل ترین وسائل اختیار کر رہے ہیں...... آئی۔ایم۔ایف اور ورلڈ بینک کے ذریعے پوری دنیا کے معاشی نظام کو اپنے کنٹرول میں کر لیا ہے...... اور خود پاکستان ان کے قرضوں میں مکمل طور پر جکڑ چکا ہے 07-2006ء کے بجٹ میں 504 ارب روپے صرف سود اور قرض کی ادائیگی کے لئے رکھے گئے ہیں ...... اور آج حالت یہ ہے کہ ہر پاکستانی 16 ہزار روپے سے زیادہ کا مقروض ہے...... جس کی وجہ سے ہر پاکستانی کو روزانہ تقریباً 8.5 روپے...... اور مجموعی طور پر ڈیڑھ ارب روپے سود کی مد میں روزانہ ادا کرنے پڑتے ہیں...... جسے ہم ٹیکسوں، بجلی، گیس اور پیٹرول کی اضافی قیمتوں کی شکل میں ادا کرتے ہیں...... پھر برسر اقتدار طبقہ یہودی ساہوکاروں کے کہنے پر آئے دن ہر چیز پر ٹیکس عائد کر دیتا ہیں جس کے باعث عام آدمی کی زندگی دشوار ہو گئی ہے......

جولائی 2006ء میں صرف کراچی کے 3 سرکاری اسپتالوں کے اعداد و شمار کے مطابق:

''معاشی ناہمواریوں اور غربت سے تنگ آ کر 2006ء کی پہلی ششماہی میں 3 ہزار افراد نے خودکشی کی کوشش کی، جس میں سے 600 ہلاک ہو گئے۔''

اور

''انسانی حقوق کی تنظیموں کے مطابق اس سال صرف صوبہ سندھ
میں 8845 افراد نے خودکشی کی کوشش کی''

(روزنامہ اسلام۔ جون 2006)

کیا ان حالات میں کسی غریب کو یہ سوچنے کا موقع بھی میسر آئے گا کہ اللہ سے لو لگانا کسے کہتے ہیں......؟؟ بلکہ وہ اس فقر کی وجہ سے کفر کے قریب سے قریب تر ہو رہے ہیں...... جیسا کہ حدیثِ نبوی ﷺ ہے:

((کَادَا لْفَقْرُ اَنْ یَّکُوْنَ کُفْرًا)) (بیہقی)

''تنگدستی کفر میں مبتلا کر دیتی ہے''

شاہ ولی اللہ محدّث دہلویؒ کے بقول:

'جب معاشرے میں ظلم کا نظام قائم ہوتا ہے تو وہ دودھاری تلوار بن جاتا ہے
ایک غریب اپنی غربت کی وجہ سے ہلاک ہوتا ہے اور دوسری طرف امیر
اپنی امیری کی وجہ سے برباد ہو جاتا ہے......!!''

؎ خون اگل کے مرگیا وہ قرض کی دہلیز پر
ہاتھ اس بیٹی کے تب جا کر کہیں پیلے ہوئے

اور

؎ میر شہر نے ہیرے سے خودکشی کر لی

سوچنے کی بات یہ ہے کہ چاہے نمرود کی بادشاہت ہو...... یا فرعون کی سیاسی قید...... یا قیصر و کسریٰ کے مظالم...... اللہ تعالیٰ نے ہر دور میں انسانیت کو ظلم سے نجات دلانے...... اور نورِ ہدایت سے روشناس کرانے کے لئے انبیاء کرام مبعوث کئے...... لیکن آپ ﷺ پر نبوت کی تکمیل ہوگئی......اور

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ)) (ترمذی، ابوداؤد)

''میں آخری نبی ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

لیکن معاملہ یہ ہے کہ آج انسانیت پھر ظلم کا شکار ہے...... اب کون آئے جو لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دلائے...... اور ایسا اجتماعی نظام مرتب کر سکے جس میں کم از کم کچھ وقت تو ایک غریب کو بھی میسر آئے کہ وہ معاشی تفکرات سے آزاد ہو کر اللہ سے لو لگا سکے...... چنانچہ اس کام کے لئے علماء کو منتخب کیا گیا اور فرمایا:

((اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ)) (البخاری)

''علماء (حق) انبیاء کے وارثین ہیں۔''

یعنی اب یہ ذمہ داری امت کے علماء کے سپرد کر دی گئی...... چنانچہ قرآن میں ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِیْرُ﴾ (فاطر: ۲۰)

''اور برابر نہیں ہے اندھا اور دیکھنے والا۔''

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ﴾ (فاطر: ۲۲)

''اور نہ زندے اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں''

﴿هَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾ (الزمر: ۹)

''بھلا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے دونوں برابر ہو سکتے ہیں''

کیا قرآن میں پیش کی گئی تینوں اصطلاحوں کے مخاطب یعنی زندہ...... عالم...... آنکھوں والوں سے مراد علماء کرام اور مشائخ عظام نہیں ہیں......؟ ایک عام آدمی کیا جانے اسلام کیا ہے......؟ نظام عدل و قسط کسے کہتے ہیں......؟ اور وہ کیا جانیں کہ یہ بات بھی اسلامی نظام میں شامل ہے کہ:

﴿کَیْ لَا یَکُوْنَ دُوْلَةًۢ بَیْنَ الْاَغْنِیَآءِ مِنْکُمْ﴾ (سورۃ الحشر: ۷)

''جو لوگ تم میں دولتمند ہیں سرمایہ انہی کے ہاتھوں میں نہ پھرتا رہے''

اور ایک آدمی کو اس بات کی کیا سمجھ کہ یہ بھی اسلامی نظام ہی کی برکات ہیں کہ ایک ہی معاشرے میں امیر اور غریب کے یکساں حقوق ہوتے ہیں......اور اس کے ساتھ کوئی معاشرتی امتیاز اور عدم توازن باقی نہیں رہتا......غرضیکہ ایک عام آدمی ان چیزوں کو کیا جانے......؟؟

اس ضمن میں کیا یہ امت مسلمہ کے علمائے کرام (جو کہ ایک اندھے کے مقابلے میں آنکھوں والے......ایک جاہل کے مقابلے میں عالم......ایک مردہ کے مقابلے میں زندہ ہوتے ہیں) کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں سے نہ صرف عوام الناس کو روشناس کرائیں...... بلکہ وہ اس کے ساتھ ساتھ اسلام کے اجتماعی نظام کو نافذ کرنے کے لئے عملی جدوجہد بھی کریں......

ہم دیکھتے ہیں کہ علماء حق اور دینی عناصر کی زیادہ تر مساعی درج ذیل تین شعبوں میں نظر آتی ہے:

(۱) درس وتدریس

(۲) تبلیغ دین

(۳) جہاد

﴿درس وتدریس﴾

علومِ نبویہ ﷺ کو قیامت تک لوگوں کے فائدے اوران میں منتقل کرنے کے لئے حفاظ اور علمائے کرام کی ایک کثیر تعداد مدارس سے نکل رہی ہے......اس کے ساتھ لوگوں تک صحیح اسلام پہنچانے کے لئے واقعی ان کی کوششیں لائق تحسین ہیں......لیکن سوچنے کا پہلو یہ ہے کہ صرف اسلام کی صحیح تعلیمات کو محفوظ رکھنے اور اس سلسلے میں علماء اور حفاظ کی کثیر تعداد بنالینے سے کیا ہماری ذمہ داری ختم ہوجاتی ہے......؟؟ کیا اسلامی تعلیمات صرف کتابوں ہی میں محفوظ رکھنے کے لئے آئیں تھیں......؟؟ کیا اسلامی تعلیمات کا حاصل صرف یہ ہے کہ ہم ہر سال اس کی گردان کریں اور ہر سال ہزاروں طالبعلم اس کی گردان کر کے فارغ التحصیل ہوں......؟؟ اگرچہ یہ کام اپنی جگہ مبارک......لیکن سوال یہ ہے کہ جو قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل ہم پڑھا رہے ہیں......اور اس کے لئے دن رات محنت کر رہے ہیں......آیا یہ قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْلُ کی صدائیں ہمارے اجتماعی نظام میں......ہماری معاشرت میں......ہماری معیشت میں......ہماری سیاست میں......ہمارے قانون ساز اداروں میں بھی گونج رہی ہیں کہ نہیں......؟ آج پاکستان چھوڑیں......کیا دنیا کے کسی کونے میں بھی اسلامی نظام موجود ہے......؟؟ حالانکہ ہر سال ہزاروں طالبعلم یہ پڑھ کر نکلتے ہیں:

﴿فَاِن لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ (سورۃ البقرۃ :۲۷۹)

''اگر سود کو نہ چھوڑو گے تو تیار ہو جاؤ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کیلئے۔''

کیا یہ سود ایک حدیث کے مطابق:

"ایک وقت ایسا آئے گا کہ انسان خود تو سود نہیں کھائے گا مگر اس کے غبار سے محفوظ نہیں رہ سکے گا"

(ابوداؤد)

آج ہماری گھٹی میں نہیں پڑ چکا ہے......؟ کیا آج ہماری معیشت کلیتہً اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف اعلانِ جنگ سود کی شکل میں نہیں کر رہی ہے۔ آج گندم کے ایک ایک دانہ پر سود لگ کر آرہا ہے کیونکہ بیج جس قرضے پر لیا گیا وہ سود پر...... ٹریکٹر سود پر...... ٹیوب ویل سود پر...... سامان کی ترسیل کے لئے ٹرک سودی قرضے پر...... پھر اسی طرح جس بجلی کی روشنی میں بیٹھ کر ہم قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْلُ پڑھتے اور پڑھاتے ہیں وہ سود پر...... جس بجلی سے ہماری مساجد میں نماز کے لئے لاؤڈ اسپیکر چلائے جاتے ہیں وہ سود پر...... پھر بجلی، گیس، ٹیلیفون اور پیٹرول کی شکل میں جو ہم اضافی رقوم ٹیکسوں کی شکل میں ادا کرتے ہیں وہ سود...... گویا ہر طرف سود ہی سود ہے...... ہر طرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے خلاف ہمارا اجتماعی نظام علی الاعلان جنگ کر رہا ہے......!!!

ذرا سوچئے! کیا ان حالات میں بھی کوئی دیندار شکم سیر ہو کر پاؤں پھیلائے سو سکتا ہے...... چہ جائیکہ کہ ہمارے علماء......! جو کہ وارث ہیں انبیاء کے...... ان حالات میں کیا صرف قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْلُ کے پڑھائے جانے سے ہماری ذمہ داری ختم ہو جاتی ہے......؟؟ مگر افسوس! بجائے اس کے کہ ہمارے علماء حضرات ان باتوں کی طرف توجہ کرتے، ان کی حالت یہ ہے کہ وہ آپس میں ہی دست و گریباں نظر آتے ہیں۔ ان حضرات کو سوچنا چاہیے بقول مفتی محمد شفیعؒ کہ:

"سوال یہ ہے کہ انبیاء اکرام کے جائز وارث اور ملک و ملت کے نگہبانوں کو آج اپنے نظریاتی اختلاف رکھنے والوں پر جتنا غصہ آتا ہے، اس سے آدھا بھی ان خدا کے باغیوں پر نہیں آتا جو انسانیت کو ظلم و ستم کی چکی میں پیس رہے ہیں، اور آپس کے

اختلاف کے وقت جس ''جوشِ ایمانی'' کا اظہار ہوتا ہے وہ ایمان کے اس محاذ پر کیوں ظاہر نہیں ہوتا۔ ہمارا زورِ بیان اور زورِ قلم جس شان سے اپنے اختلافی مسائل میں جہاد کرتا ہے اس کا کوئی حصہ بھی اسلام کی سرحدوں اور اصولِ ایمانی پر ہونے والی یلغار کے مقابلہ میں کیوں صَرف نہیں ہوتا؟ مسلمانوں کو مرتد بنانے والی کوششوں کے مقابلے میں ہم سب بنیانِ مرصوص (سیسہ پلائی ہوئی دیوار) کیوں نہیں بن جاتے......؟؟

(مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب ''وحدتِ امت'' سے اقتباس)

اور انہی فروعی اور مسلکی اختلافات کو اپنی دعوت اور کوششوں کا محور بنا کر اصل ''فرضِ منصبی'' سے صرفِ نظر کرنے کے حوالے سے حضرت علامہ انور شاہ کاشمیریؒ فرماتے ہیں:

''تو جس چیز کا نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں، اس کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی اور جو ''صحیح اسلام'' کی دعوت تھی، جو سب کے نزدیک مجمع علیہ، اور وہ مسائل جو سبھی کے نزدیک متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں، جن کی دعوت انبیاء کرام لے کر آئے تھے، جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا، وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی، آج اس کی دعوت تو نہیں دی جا رہی، یہ ضرویاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واغیار سبھی دین کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہیے تھا، وہ پھیل رہے ہیں، گمراہی پھیل رہی ہے، الحاد آ رہا ہے، شرک و بت پرستی چلی آ رہی ہے، حرام و حلال کا امتیاز اُٹھ رہا ہے لیکن ہم لگے ہوئے ہیں ان فرعی وفروعی بحثوں میں......!

اس لئے غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی......"

(مفتی محمد شفیعؒ کی کتاب "وحدتِ امت" سے اقتباس)

پھر ذرا سوچئے! کیا پارلیمینٹ میں قانون سازی اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے مطابق ہو رہی ہے......؟؟ کیا معاشرتی زندگی میں بے حیائی قوم کیلئے ناسور نہیں بن چکی ہے......؟؟ کیا ہماری عدالتوں میں فیصلے اللہ کے احکام کے مطابق ہو رہے ہیں......؟؟ کیا قرآن کی یہ آیات آج ہم کو پکار پکار کر نہیں کہہ رہی ہیں کہ :

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

"جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو کافر ہیں۔"

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

"جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو ظالم ہیں"

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

"جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو فاسق ہیں۔"

(سورة المائدة :٤٧،٤٥،٤٤)

جان لیجئے یہ آیات ہم مسلمانوں کے لئے نازل ہوئی ہے......! یہ بہت بڑا مغالطہ ہے کہ یہ آیات صرف یہود و نصاریٰ کے لئے نازل ہوئی ہے......! یہی بات کسی نے حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے کہی تو انہوں نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

((نعم الاخوة لكم بنوا سرائيل ان كانت لهم كل مرة ولكم كل حلوة كلاّ واللّٰه لتسكن طريقهم قدر الشراك))

"کتنے اچھے بھائی ہیں تمہارے لئے بنی اسرائیل کہ کڑوا کڑوا سب ان کیلئے اور میٹھا میٹھا سب تمہارے لئے، ہرگز نہیں اللہ کی قسم! تم انہی کے طریقے پر قدم بقدم چلو گے۔"

جیسا کہ حدیث میں بھی آتا ہے:

((لَيَأْتِيَنَّ عَلىٰ أُمَّتِي مَا أَتىٰ عَلىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ))

(جامع ترمذی)

''میری امت پر بھی لازماً وہ تمام حالات وارد ہوکر رہیں گے جو بنی اسرائیل پر واقع ہوئے، بالکل ایسے ہو بہو جیسے ایک جوتی دوسری جوتی سے مشابہ ہوتی ہے۔''

بحرحال قَالَ اللّٰه اور قَالَ الرَّسُوْل پڑھایا جانا اپنی جگہ مبارک...... لیکن کیا کتاب اور شریعت کی تعلیم صرف اسی لئے دی گئی تھی کہ صرف اسے پڑھایا جائے اور کتابوں میں محفوظ رکھا جائے......؟ کیا قرآن کی یہ آیت ہمارے اس طرزِ عمل کی مخالفت نہیں کررہی، جس میں تمام رسولوں کے بھیجے جانے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۗ إِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ (سورۃ الحدید :۲۵)

''ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا، اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں، اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اللہ ظاہر فرمادے کون اُس کو دیکھے بغیر اُس کی اور اُس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔''

پھر کیا رسول اللہ ﷺ کے بھیجے جانے کا مقصد بھی کچھ اس طرح بیان نہیں ہوا ہے کہ:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ﴾ (سورۃ الصف :۹)

''وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ
اسے اور سب دینوں پر غالب کرے خواہ مشرکوں کو کتنا ہی بُرا لگے''

تو ذرا ٹھنڈے دل سے سوچئے...... کیا انبیاء کے وارثین کا بھی یہ مقصد نہیں ہونا چاہیے کہ لوگ عدل وقسط پر قائم ہو جائیں......؟؟ کیا قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل پڑھنے پڑھانے والوں کو قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُوْل والا نظام نافذ کرنے کے لئے بھی کوئی جدوجہد کرنی چاہیے کہ نہیں ......؟؟ کیا علماءِ کرام کو اپنی مساجد اور خانقاہوں سے نکل کر اللہ کے کلمے کی سربلندی اور قرآن کے لائے ہوئے نظام کو نافذ کرنے کے لئے بھی کوئی جدوجہد کرنی چاہیے کہ نہیں......؟؟ بقول علامہ اقبال:

؎ نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

اس چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے اپنی وفات سے 12 روز قبل جمعیت علماء ہند کے دہلی میں منعقدہ اجلاس میں اپنے خطبۂ صدارت میں یہ پیغام دیا تھا کہ:

''اسلام صرف عبادات کا نام نہیں بلکہ وہ تمام مذہبی، تمدنی، اخلاقی اور سیاسی ضرورتوں کے متعلق ایک کامل اور مکمل نظام رکھتا ہے...... جو لوگ موجودہ زمانے کی کش مکش میں حصہ لینے سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور صرف حجروں میں بیٹھے رہنے کو اسلامی فرائض کی ادائیگی کے لئے کافی سمجھتے ہیں وہ اسلام کے پاک وصاف دامن پر ایک ''بدنما داغ'' لگاتے ہیں۔''

(مولانا سید محمد ارشد مدنی۔ روزنامہ جنگ کراچی 18 مئی 2001ء)

پھر اس حوالے سے شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ کے الفاظ قابلِ غور ہیں جو انہوں نے مدرسہ ''نظارۃ المعارف'' کے بارے میں کہے...... جسے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے روایت کیا ہے کہ حضرت شیخ الہندؒ دلی تشریف لے گئے اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے ملاقات کی اور تذکروں میں فرمایا:

”جب کہ انگریزی حکومت اور اقتدار ہندوستان میں قائم ہے تو جس مدت تک تم اپنی اس تعلیم اور اس مدرسے سے دس بیس آدمی صحیح الخیال بناؤ گے۔ اس مدت میں انگریز ہزاروں کو ملحد اور زندیق بنادیں گے۔“

(اقتباس از کتاب ”اسیر مالٹا“)

پھر بعد میں یہ ہی مدرسہ باطل نظامِ حکومت کے خلاف بڑے اکابرین کا دارالمشورہ بن گیا۔ آج جب مدارس چلانے والے علماء کے سامنے یہ بات رکھی جاتی ہے کہ اٹھئے اور اس طاغوتی نظام کے خلاف میدانِ عمل میں آیئے...... اور علمِ بغاوت بلند کیجئے تو...... اس کے جواب میں یہ کہا جاتا ہے کہ اگر ہم نے اس نظام کے خلاف کوئی عملی قدم اٹھایا تو یہ تمام مدارس بند کردیئے جائیں گے...... !لیکن بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کہ :

”آج کتنے بڑے بڑے فتنے ہیں جو اس وقت جہنم کے شعلوں کی مانند بھڑک رہے ہیں اور پورے پورے اسلامی ممالک کو جلا کر خاکستر کردینا چاہتے ہیں، جو صحابہ کرامؓ کی امیدوں پر پانی پھیرنا چاہتے ہیں۔ آج قسم قسم کے اسلام سوز، ایمان سوز، اخلاق سوز، انسانیت سوز فتنے ابھر رہے ہیں...... مادّیت، الحاد، قوم پرستی نبوتِ محمدی ﷺ سے آنکھیں ملانے کیلئے تیار ہے، آج مسیلمہ کذاب نئے نئے روپ میں آرہا ہے اور نبوت محمدی ﷺ کو چیلنج کررہا ہے...... آج رسول ﷺ کے سرمایہ پر ڈاکہ ڈالا جارہا ہے، آپ ﷺ کے قلعہ میں شگاف پیدا کئے جارہے ہیں۔ آپ ﷺ کے دارالسلطنت پر حملہ کیا جارہا ہے، اگر آج امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام احمد بن حنبلؒ ہوتے تو میں یقین کرتا ہوں کہ شاید وہ ”فقہ کی تدوین“ بھی تھوڑی دیر کے لئے روک دیتے اور اس مسئلہ کی طرف توجہ کرتے...... آج تمہارے لئے کام کے دوسرے میدان ہیں، آج تمہارے لئے الحاد سے پنجہ آزمائی کا موقعہ ہے......

تمہارے لئے دہریت، مادّیت سے آنکھیں ملانے کا موقع ہے، یقین مانو اس سے امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ و امام احمدؒ کی روح نہیں، محمد عربی ﷺ کی روح خوش ہوگی۔''

(اقتباس از ''نبوت محمدی ﷺ پر الحاد و دہریت کا حملہ''، کتاب ''پا جا سراغِ زندگی'')

اگر ہم اکابرین کے طرزِ عمل کا مطالعہ کریں تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ انہوں نے کبھی مدارس کے بند ہونے کی پرواہ نہیں کی...... 1912ء میں حضرت شیخ الہند نے جنگِ بلقان و طرابلس کے موقع پر نہ صرف دارالعلوم دیو بند کو کچھ عرصے کے لیے بند کیا بلکہ خلافت عثمانیہ کے لئے ہر طریقے سے مدد کی...... کیا آج کوئی ایسی مثال کو زندہ کرنے کو تیار ہے......؟ اگر ایسا نہیں تو جان لیجئے ان مدارس کو زمانے کے ہنگاموں اور انقلابات سے کوئی نہیں بچا سکتا، بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ کہ:

''دنیا میں کوئی ادارہ محض اس وجہ سے نہیں چل سکتا کہ یہ ادارہ آج سے سو برس پہلے قائم ہوا تھا اور اس نے کچھ مفید خدمات انجام دی تھیں۔ محض تاریخ کے بل پر، محض تاریخ کے سہارے کوئی ادارہ، کوئی تحریک، کوئی فلسفہ، کوئی نظام نہ چلا ہے اور نہ چلے گا۔ اگر آپ کسی ادارے کو قائم رکھنے کے لئے اور اس کے لئے کچھ مراعات حاصل کرنے کے لئے اس کی تاریخ پیش کرتے ہیں کہ اس (مدرسہ یا ادارہ) نے دورِ ماضی میں یہ خدمات انجام دیں تو لوگ اس بات کو بالکل نہیں سنیں گے اور اگر کوئی آج خاموش ہو جائے گا تو کل اس کے اندر سے نہایت پُر زور اور پُر جوش تقاضہ پیدا ہو جائے گا کہ ان (مدارس) کو ختم کر دینا چاہیے...... اب اس وقت ہمارے مدارس محض مسلمانوں کے جذبۂ خیر، مسلمانوں کی دین پسندی، اسلام پسندی یا محض مسلمانوں کے دین و شریعت کے احترام یا محض بعض علماء کی قربانی یا محض علماء کی بزرگی کے بل پر قائم نہیں رہ سکتے، میں دل پر پتھر رکھ کر یہ الفاظ کہہ رہا ہوں اور خود مجھے اس سے تکلیف ہے۔''

(اقتباس از ''زمانہ جس زبان کو سمجھتا ہے''، کتاب ''پا جا سراغِ زندگی'')

مگر گویا محسوس ہوتا ہے، بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ ہی کہ :

"مدارس جو کبھی طاقت اور زندگی کا مرکز تھے، اور جہاں انقلاب آفریں شخصیتیں پیدا ہوتی تھیں، وہ مایوسی، افسردگی اور احساسِ کمتری کا شکار ہیں، آج مدارس کی تعداد میں، ان کے طلبہ کی تعداد میں، درس کی کتابوں کی تعداد میں، کتب کے مندرجات کی تعداد میں، وظائف کی تعداد میں بہت بڑا اضافہ ہوا ہے، مگر زندگی کی نبض سست اور قلب کی دھڑکن کمزور ہے، کوئی حساس دردمند کبھی بھی اس طرف نکل جاتا ہے تو اس کا "دَم" گھٹنے لگتا ہے، اور وہ اس "بحرالکاہل" کو دیکھ کر کہنے لگتا ہے۔

بقول شاعر:

خدا تجھے کسی طوفاں سے آشنا کرے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں
تجھے کتاب سے ممکن نہیں فراغ، کہ تو
کتاب خواں ہے مگر صاحبِ کتاب نہیں

لیکن اب تو مدارس کے حق میں کسی طوفان سے آشناء ہونے کی دعاء کرتے ہوئے بھی دل ڈرتا ہے، آج مدارس میں طوفان کے آثار نظر آتے ہیں، لیکن یہ طوفان باہر کے تھپیڑے اور موجیں ہیں جو مدارس کے در و دیوار سے ٹکرا رہی ہیں، یہ باہر کے ہنگاموں اور سطحی اور عوامی تحریکات کی صدائے بازگشت ہے، جس میں ہمارے مدارس کے طلبہ کا مقام محض "نقال" یا "آلہ صوت" کا ہے۔"

(اقتباس از "طالبانِ علوم نبوت کا مقام اور اُن کی ذمہ داریاں"، کتاب "پا جا سراغ زندگی")

"تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جہاں علماء نے سب کچھ کیا، لیکن زندگی کے حقائق سے امت کو روشناس نہیں کیا، ایک اچھا شہری، ایک مفید عنصر بننے اور اس ملک کی "قیادت" حاصل کرنے کی اہلیت پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی تو، وہاں اس ملک نے ان (علماء)

کواس طرح اُگل دیا جیسے لقمہ کو اگلا جاتا ہے اور ان کو اگل کر باہر پھینک دیا، اس لئے کہ انہوں نے اپنی جگہ نہیں بنائی تھی۔"

(اقتباس از" کاروانِ زندگی" جلد دوم، باب 15)

تبلیغ دین

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق جو آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا کہ:

((فَلْيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ)) (بخاری، مسلم)

"پس چاہیے کہ پہنچائیں جو موجود ہیں ان تک جو موجود نہیں ہیں"

اس حدیث کے مصداق بے شمار لوگ اس دین کی تبلیغ میں مصروف ہیں......اور اس کام کے لئے اپنا قیمتی وقت کھپا رہے ہیں......اور واقعی ان کی یہ کوشش اس لحاظ سے قابلِ تحسین ہیں کہ بے شمار لوگ جو کہ صرف نام کے مسلمان تھے......اور انہیں کلمہ تک پڑھنا نہیں آتا تھا......ان کی انتھک محنت کی وجہ سے کم از کم کلمہ پڑھنے اور نماز ادا کرنے کے قابل ہو گئے ہیں......اللہ تعالیٰ ان کی محنت کو قبول فرمائے اور انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے۔آمین!

لیکن ایک سوال یہاں قابل غور ہے کہ آج ہم چاہے لاکھ غیر مسلموں یا کمزور عقیدہ مسلمانوں کو کلمہ پڑھا دیں......لیکن اس کے ساتھ ساتھ اگر ہماری جدوجہد اس نظام کو تبدیل کرنے......اور اللہ کے دین کو زمین پر نافذ کرنے کے لئے نہ ہوئی......تو وہ ذرائع جو دورِ خلافت میں ہزاروں لوگوں کو بیک وقت کلمہ پڑھانے میں استعمال ہوتے تھے اب وہی ذرائع اس کلمہ سے دور کرنے کا باعث بنیں گے......

پھر درحقیقت مجرد تبلیغ دین (دین کا پہنچانا) بھی اصل مقصد نہیں......بلکہ اس دین کا پیغام پہنچانے کے بعد اس دین کو معاشرے میں بالفعل قائم بھی کرنا ہے......جس میں سود حرام ہے......جس میں تمام قانون اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نافذ ہوتے ہیں......جس میں کوئی معاشرتی

اونچ نیچ نہیں ہے......تو اصل مقصد اس دین کو نافذ کرنا ہے یا قائم کرنے کی کوشش کرنا ہے......جیسا کے ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ﴾ نے کوشش کی......جس دین کی 13 سال تک مکہ میں تبلیغ کی......موقع ملتے ہی مدینے میں اس نظام پر مبنی ریاست کو قائم کر کے دکھایا......اور پھر پوری زندگی اس کی حفاظت کی......اور جب وہ ریاست مستحکم ہوگئی......اور صلحِ حدیبیہ وقوع پذیر ہوئی تو......پھر تبلیغ دین کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کچھ خطوط تھے جو بادشاہوں کے دربار میں لکھے گئے......اس کے برعکس اگر ہم صرف لوگوں کو کلمہ پڑھا کر کچھ انفرادی تبدیلی تو پیدا کر دیں......مگر اسلام کو بطور مکمل نظام حیات نافذ کر کے باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کی جدوجہد نہیں کرتے......تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بستی میں چٹان کے اوپر ایک توپ گولہ داغ کر بستی کے کچھ لوگوں کو زخمی کر دیتی ہے......جس پر کچھ لوگ ان زخمیوں کو اٹھا کر ہسپتال لے جاتے ہیں......ابھی وہ اپنے گھر واپس نہیں آتے......کہ اتنی دیر میں وہ توپ پھر ایک گولہ اور داغ دیتی ہے......اور پھر کچھ لوگ زخمی ہوجاتے ہیں......وہی لوگ پھر ان زخمیوں کو اٹھا کر ہسپتال لے جاتے ہیں......پچھلی بار کی طرح اس بار بھی وہ ابھی واپس گھر نہیں آتے کہ اتنی دیر میں وہ توپ پھر ایک گولہ داغ دیتی ...... پھر وہی لوگ دوبارہ ان زخمیوں کو ہسپتال لے جانے کے لئے کوشاں ہو جاتے ہیں......اس پر ان سے ایک شخص کہتا ہے کہ بھائی اس توپ کا تو منہ بند کرو...... جو بستی والوں کو زخمی کرنے کا باعث بن رہی ہے......اسی بات کو سمجھاتے ہوئے مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

"آج مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں، اگر آپ مسلمانوں کو 100 فیصد "تہجد گزار" بنادیں، سب کو متقی و پرہیز گار بنادیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جا رہا ہے، ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بداخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، ملک میں (سچے) مسلمانوں سے نفرت پھیل رہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد، پانچ وقتوں کی نمازوں کا

پڑھنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے دینداروں کے لئے اس ماحول میں کوئی جگہ نہ بنائی' اوران کوملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا کہ جوملک کو بے راہ روی سے بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے، تو آپ یادر کھئے کہ عبادات ونوافل اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے مسلمانوں کواجنبی بنا کراور ماحول سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات، نئے نئے قوانین، عوام کے دل ودماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی (جو خیر امۃ کا فرضِ منصبی ہے) اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہوجائے گی۔''

(اقتباس از''کاروانِ زندگی''ص۔373، جلددوم، باب 15)

اس ضمن میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا وہ قول بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے کہ:

((ایبدل الدّین وانا حیّ))

''کیا دین میں ردوبدل ہو اور میں زندہ ہوں''

لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ تبلیغ دین جیسے اہم کام کرنے والوں کی بھی اس اجتماعی نظام کو قائم کرنے کے لئے کوئی فکر اور جدوجہد نظر نہیں آتی...... بلکہ اگر آج ان سے کہا جائے کہ ظلم وستم عام ہے......نظامِ اجتماعی عدل وقسط کی بنیادوں پر استوار نہ ہونے کی وجہ سے عوام مجبور ہیں......اور صرف پاکستان کی 50 فی صد آبادی چندلوگوں کی عیاشیوں اور روز بروز بڑھتی مہنگائی کی وجہ سے غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے......اور انتہا یہ ہے کہ انہیں پینے کا صاف پانی بھی میسر نہیں ہے......تو جواب ملتا ہے کہ جیسے اعمال ہیں ویسے حکمران ہیں...... کسی کو برا نہیں کہو بلکہ اچھائی کو پھیلاتے رہو......اگر سب کے اعمال صحیح ہوگئے اور سب جنت میں جانے والے بن جائیں تو یہ حالات ہم پر سے ہٹ جائیں گے......لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ بات تو صحیح ہے کہ جیسے اعمال ویسے حکمران......

لیکن ان احادیث مبارکہ کا ہم کیا کریں......؟ جن میں کہا گیا ہے کہ......

"سب سے افضل جہاد ظالم حکمران کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔"

(ترمذی۔ابن ماجہ)

"اگر تم کسی برائی کو ہوتا دیکھو تو اسے ہاتھ سے بدلو، اگر اس کی استطاعت نہیں تو زبان سے روکو، اگر اس کی بھی استطاعت نہیں تو کم از کم دل میں تو اسے برا جانو، اور یہ جان لو کہ یہ ایمان کا آخری درجہ ہے۔"

(مسلم)

ایک اور روایت کے مطابق:

"اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر ایمان دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی نہیں۔"

(مسلم)

کیا یہ حدیث ہمارے لئے نہیں:

"اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔ ایک آدمی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اگر وہ مظلوم ہے تو میں اس کی مدد کروں لیکن اگر وہ ظالم ہے تو کیسے اس کی مدد کروں؟ آپ نے فرمایا، تم اس کو ظلم سے باز رکھو، یہی اس کی مدد ہے۔"

(بخاری)

"وہ شخص مسلمانوں میں سے نہیں جس کو مسلمانوں کے مسائل و معاملات کی فکر نہ ہو۔"

(رواہ الطبرانی فی الاوسط)

"ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، (اس لئے) نہ تو خود اس پر زیادتی کرے، اور نہ دوسروں کا نشانۂ ظلم بننے کیلئے بے یار و مددگار چھوڑ دے۔"

(بخاری۔مسلم)

"جو مسلمان کسی دوسرے مسلمان بندے کو کسی ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا، جس میں اس کی عزت پر حملہ ہو، اور اس کی آبرو اُتاری جا رہی ہو، تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی

ایسی جگہ اپنی مدد سے محروم رکھے گا جہاں وہ اس کی مدد کا خواہش مند ہوگا۔"

(سنن ابی داؤد)

"اللہ بلند و برتر نے جبریل علیہ اسلام کو حکم دیا کہ فلاں فلاں بستی کو اُلٹ دو۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگار! اس (بستی کے رہنے والے لوگوں) میں تیرا ایک بندہ ایسا ہے جس نے کبھی تیری نافرمانی نہیں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ہاں! (اس کے باوجود) جبریل بستی کو اس پر بھی اُلٹ دو اور دوسروں پر بھی۔ یہ اس لئے کہ (ان بستیوں میں علی الاعلان میری نافرمانی ہوتی رہی اور) اس کے ماتھے پر شکن تک نہیں آئی۔"

(مشکوٰۃ عن جابرؓ)

لیکن محسوس یہ ہوتا ہے کہ آج ہم ظالم کا ہاتھ تو بعد میں روکیں گے......! ہم تو اپنے ان مظلوم بھائیوں کی مدد کرنے کے لئے سوچنے کو بھی تیار نہیں ہیں...... جو اس ظالمانہ نظام کے نیچے پسے جا رہے ہیں...... اسی طرح اگر ہم صرف اچھائی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہے...... اور برائی اور ظلم کو برا کہنے سے ہم اجتناب کرتے رہے تو...... اس ضمن میں بقول مفکرِ اسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ فرماتے ہیں:

"مسلمان خالص اپنے مذہب کے رو سے بھی اس کا ذمہ دار ہے کہ وہ جہاں کہیں ہو اپنے ماحول کی فکر کرے، "شتر مُرغ" کی طرح ریت میں سَر دھنسا کر خطروں سے آنکھیں بند نہ کر لے اور "سب خیریت ہے" کا سبق نہ دہرائے، (کیونکہ) مسلمانوں کو ہر جگہ بھلائی کا حکم دینے، برائی سے روکنے، اصلاح اور فساد کے روکنے کے کام میں شرکت و تعاون کا حق ہے، (اور) اس کو سمجھنا چاہیے کہ وہ زندگی کی جس کشتی پر سوار ہے، وہ جب ڈوبے گی تو اس کو لیکر ڈوبے گی، آں حضرت ﷺ نے اس صورتِ حال کے لئے جو مثال دی ہے، اس سے بہتر مثال کم سے کم مجھے مذہبی و اخلاقی لٹریچر میں نہیں ملی، آپ ﷺ نے فرمایا:

''ایک کشتی پر کچھ لوگ بالائی منزل پر سوار ہیں، اور کچھ نیچے کی منزل پر، میٹھے پانی کا انتظام اوپر ہے، نیچے والے مجبور ہیں کہ کہاں اوپر جا کر پانی لائیں اور اپنی پیاس بجھائیں، پانی گرتا اور چھلکتا ضرور ہے، کشتی کے ''بالانشینوں'' کو اس سے کچھ تکلیف ہوئی، انہوں نے روک ٹوک کی، نیچے والوں نے کہا پانی کے بغیر انسان کا گزارا نہیں، اگر اوپر والے پانی لینے نہیں دیتے تو ہم نیچے کے حصہ میں سوراخ کرلیں گے، اور وہیں بیٹھے بیٹھے دریا سے پانی حاصل کریں گے'' آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر اوپر والوں میں ذرا بھی سمجھ ہے تو وہ ان کو ایسا کرنے سے روک دیں گے، اور پانی لے جانے کی اجازت دیں گے، اگر انہوں نے ایسا نہیں کیا اور کشتی میں سوراخ ہوگیا تو نہ اوپر والے بچیں گے نہ نیچے والے''

(یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو) ان کا مذہبی صحیفہ قرآن اور ان کے پیغبر ﷺ کی تعلیم (جو خدا کا شکر ہے کہ محفوظ اور اپنے اندر اب بھی طاقت رکھتی ہے) ان کو نہ صرف اس عام بگاڑ، اس سے پھیلی ہوئی آگ اور دولت کی اندھی پرستش کے اس بہتے ہوئے گندے پانی سے بچنے کی تلقین کرتی ہے، بلکہ ان پر اس کو روکنے اور اس سے لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے، ان کو ان کے پیغبر ﷺ نے صاف طریقہ پر سمجھا دیا ہے کہ اگر کشتی کے کسی بھی سوار کو بھی ایسی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش نہ کی گئی، جس سے یہ کشتی خطرے میں پڑ جاتی ہے اور اگر یہ کشتی ڈوبتی ہے تو پھر اس کشتی کا کوئی سوار بھی بچنا چاہے تو نہ بچ سکے گا اور یہ کشتی نیک و بد، قصوروار اور بے قصور، سوتے جاگتے سب کے ساتھ ڈوب جائے گی اور کوئی نیکی اور کوئی دانائی کام نہ آئے گی۔''

(اقتباس از ''کاروانِ زندگی'' جلد دوم، باب پنجم)

چنانچہ اگر اسلامی نظام کے غالب کرنے کی جدوجہد کئے بغیر ہم عوام الناس کو اس ظالمانہ، کافرانہ اور منافقانہ نظام کے حوالے کر کے صرف ان کو جنت میں لے جانے ...... اور ان کے اعمال صحیح کرنے کی فکر کرتے رہے ...... تو جان لیجئے کیا رسول اللہ ﷺ جیسے مبلغ سے بھی 13 سال کی انتھک

محنت کے باوجود کیا سارے مکے والوں کے اعمال صحیح ہو گئے تھے......؟؟ لہذا باہر نکلے ہیں...... جو ساتھی جمع ہو چکے تھے ان کی مدد سے پہلے مدینہ کے اندر ایک اسلامی ریاست قائم کی ہے...... اسے مستحکم کیا ہے...... اپنے سر سے طاغوت کی چھتری ہٹائی ہے...... اور کفر کے نظام کو تہہ و بالا کیا ہے...... پھر کہیں صلحِ حدیبیہ کے بعد تبلیغی وفود روانہ کئے...... تب کہیں جا کر فتح مکہ پر یہ معاملہ ہوا کہ:

﴿اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ ۝ وَرَاَيۡتَ النَّاسَ يَدۡخُلُوۡنَ فِىۡ دِيۡنِ اللّٰهِ اَفۡوَاجًا ۝﴾ (سورۃ النصر: ۱،۲)

''جب اللہ کی مدد اور فتح آ پہنچی اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں''

لیکن یہ سب ہونے سے پہلے نمونہ دکھایا ہے...... یہ نہیں کہ سارے جہاں میں تو ہم اسلام کی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرا رہے ہوں...... اگر چہ یہ کام اپنی جگہ مبارک...... لیکن ہمارے گھر میں خود طاغوت حکمران ہو...... اور شریعت کے خلاف قانون سازی ہو رہی ہو...... اور لوگوں کو اس طاغوتی نظام کی سرکشیوں کے باعث دو وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہو...... ایسے حالات میں ہمارا اس نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے کوئی لائحہ عمل نہ ہو...... اور اسلامی نظام کے معاشرے میں نافذ ہونے کی کوئی فکر بھی دامن گیر نہ ہو...... تو جان لیجئے یہ طریقۂ کار قرآن کے خلاف ہے...... اور سنت نبوی ﷺ کے بھی...... کیونکہ قرآن کا حکم ہے کہ پہلے طاغوت کا انکار کرنا ہے اور پھر اللہ پر ایمان کی بات ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَيُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَكَ بِالۡعُرۡوَةِ الۡوُثۡقٰى﴾

(سورہ البقرۃ : ۲۵۶)

''پس جو انکار کرے طاغوت کا اور ایمان لائے اللہ پر اُس نے ایسی مضبوط رسی ہاتھ میں پکڑ لی ہے جو کبھی ٹوٹنے والی نہیں''

اور رہا سنت اور انبیاء کرام والے کام کی بات...... تو سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ انبیاء کرام کو کس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ چنانچہ پانچ جلیل القدر پیغمبروں کو اور اس ضمن میں مسلمانوں کو بھی یہ حکم دیا گیا کہ :

﴿شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ ؕ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ﴾

(سورۃ الشوریٰ : ۱۳)

’’اے مسلمانو! ہم نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کیا ہے جس کی وصیت کی تھی ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اور جس کی وحی کی ہے (اے محمد ﷺ) ہم نے آپ کی طرف اور جس کی وصیت کی تھی ہم نے ابراہیم (علیہ السلام) اور موسیٰ (علیہ السلام) اور عیسیٰ (علیہ السلام) کو کہ اس دین کو قائم کرو اور دین کے معاملے میں پھوٹ نہ ڈالو۔‘‘

یعنی اگر دین قائم ہے تو اسے قائم رکھو...... اور اگر قائم نہیں ہے تو اسے قائم کرو...... لیکن آج یہ کہا جاتا ہے کہ ہم زمین سے نیچے اور آسمان سے اوپر کی بات کرتے ہیں......! ہمارا زمانے کے اتار چڑھاؤ سے کوئی تعلق نہیں...... اور نہ ہی ملکی وملّی، سیاسی وحکومتی زندگی سے کوئی تعلق ہے...... تو ذرا ایک لمحہ کے لئے سوچئے کیا قرآن نے اس دین کو آسمان سے اوپر اور زمین سے نیچے قائم کرنے کا حکم دیا ہے یا اس زمین پر...... آیا آدم علیہ السلام کو زمین پر خلیفہ بنایا گیا تھا کہ نہیں......؟ ذرا غور کیجئے کہ اس اسلامی ریاست کو جو کہ رسول اللہ ﷺ نے زمین پر بنائی تھی...... جو نہ آسمان کے اوپر تھی نہ زمین کے نیچے...... اور اس کی حفاظت کے لئے کتنی جدوجہد کی تھی......! کہیں یہود کی سازشوں کا مقابلہ کیا جارہا ہے...... کہیں کفارِ مکہ سے بدر کے مقام پر نبرد آزماں ہیں...... کہیں اس ریاست کی حفاظت کے

لئے غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے میں کوشاں ہیں...... پھر اس کے ساتھ ساتھ اگر ہم صحابہ کرام اور اپنے سلف صالحین کی زندگی کی طرف نظر ڈالیں تو واضح نظر آتا ہے کہ وہ کبھی مسلمانوں کے اجتماعی وسیاسی نظام سے قطع تعلق نہیں رہے۔ (نواسہ رسول ﷺ) حضرت حسینؓ نے یزید کے خلاف علم جہاد بلند کیا...... حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (نواسۂ صدیق اکبرؓ) نے حجاج بن یوسف کے ظلم کے خلاف آواز اٹھائی...... اور ہم جانتے ہیں کہ ان دونوں صحابہؓ نے جام شہادت نوش کیا...... اسی طرح امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ نے ملوکیت کے خلاف آواز اٹھائی...... امام احمد بن حنبلؒ نے خلق قرآن کے فتنے کی سرکوبی کی خاطر بدترین جیل کی سزا کاٹی...... امام ابن تیمیہؒ نے مسلمانوں کو تاتاریوں کے ظلم سے نجات دلانے کے لئے تحریک چلائی...... شاہ اسماعیلؒ اور سید احمد بریلویؒ نے انگریزوں سے ہندوستان کے مسلمانوں کو نجات دلانے کے لئے جدوجہد کی، اور شہادت سے سرفراز ہوئے...... اسی طرح شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ نے بھی انگریزوں کے خلاف جہاد کیا اور آج جیسے امریکہ مجاہدین کو "گوانتانا موبے" کی سزا دیتا ہے...... اسی طرح انگریزوں نے مالٹا میں "کالے پانی" کی سزا دی......

اسی بات کو واضح کرتے ہوئے کلید بردار کعبۃ اللہ، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اپنی زندگی کے رُخ کو واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میں اپنے بارے صراحت کے ساتھ بتا دینا چاہتا ہوں کہ زندگی کے کسی بھی لمحے اور کسی وقفے میں بھی ان لوگوں میں نہیں رہا ہوں، جو دین اور سیاست کی تفریق کے قائل ہیں...... نہ میں ان لوگوں میں ہوں جو دین اسلام کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جس سے وہ زندگی کے ہر نظام اور حالات کے ہر سانچے میں فٹ ہو جائے اور ہر رنگ کی سوسائٹی میں جڑ جائے...... اور نہ میرا تعلق کبھی اس گروہ سے رہا ہے جو سیاست کو "اَلشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِی الْقُرْاٰنِ" (وہ زقوم کا ملعون شدہ درخت جس کا ذکر قرآن میں آیا ہے) کا مصداق سمجھتا ہے...... میں تو ان لوگوں کی اگلی صف میں ہوں، جو مسلمان قوموں میں صحیح سیاسی شعور کے داعی ہیں اور ہر اسلامی ملک میں صالح قیادت

کو بروئے کار دیکھنا چاہتے ہیں ...... میں ان لوگوں میں ہوں، جن کا اعتقاد یہ ہے
کہ ''دینی معاشرہ اس وقت تک قائم نہیں ہوسکتا جب تک اقتدار دین اسلام کو حاصل
نہ ہو اور حکومت کا نظام اسلامی بنیادوں پر استوار نہ ہو۔ میں اسی بات کا داعی ہوں اور
زندگی کی آخری سانس تک رہوں گا۔''

(نیا طوفان اور اس کا مقابلہ صفحہ نمبر 29)

بات دراصل یہ ہے کہ یہی وہ اسلامی اجتماعی نظام تھا جو کہ زمین پر قائم تھا...... لیکن اس نے انسانوں کی آسمان سے اوپر اور زمین سے نیچے کی زندگی بھی...... زمین پر رہتے ہوئے ساتھ ساتھ سدھار دی تھی...... اور زمین پر یہ نظارہ بھی دیکھا گیا کہ ایک عورت یمن سے حضرموت تک سونا اچھال کر لے جاتی تھی...... اور اسے کوئی خوف نہیں ہوتا تھا...... اور پھر اسی نظام کے تحت اس وقت کا خلیفہ یہ کہتا ہے کہ ''اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر گیا تو اس کا سوال عمر سے ہوگا''...... اور پھر رہا آخرت کا معاملہ، تو جنہوں نے اس عادلانہ نظام کو قائم کرنے یا قائم رکھنے کی کوشش کی تو انہیں یہ خطاب دیا گیا کہ ''رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْ عَنْہُ''...... تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ہمارا یہ طریقہ انسانیت کو ظلم وستم سے نجات دلانے...... اور ہمارے سروں سے کفر اور ظلم کی چھتری ہٹانے میں کسی بھی صورت ممد ومعاون ثابت ہو رہا ہے کہ نہیں......؟؟ یا کہیں ہم اس دھوکہ میں تو نہیں آ گئے کہ ع

باطل کے اقتدار میں تقویٰ کی آرزو
کتنا حسین فریب ہے جو کھا رہے ہیں ہم

اس حوالے سے اسیر مالٹا شیخ الھند مولانا محمود الحسنؒ نے فرمایا:
''بہت سے نیک بندے ہیں جن کے چہرے پر نماز کا نور اور ذکر اللہ کی روشنی
کی روشنی جھلک رہی ہے لیکن جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدارا جلد اٹھو اور اس

امت مرحومہ کو کفار کے نرغے سے بچاؤ تو ان کے دلوں خوف و ہراس طاری ہو جاتا ہے۔ خدا کا نہیں، بلکہ چند ناپاک ہستیوں کا، اور ان کے سامانِ حرب و ضرب کا خوف طاری ہو جاتا ہے"

(جامعہ ملیہ اسلامیہ، علی گڑھ انڈیا۔ ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء، حوالہ از کتاب "اسیر مالٹا")

جہاد

حضور ﷺ سے لے کر آج تک جہاد دنیا کے...... کسی نہ کسی حصّہ میں...... کبھی نہ کبھی ہوتا رہا ہے...... انگریزوں کے پروردہ جھوٹے نبی کے پیروکار قادیانیوں نے جہاد کے خلاف بڑی کوششیں کیں ...... لیکن بفضل خدا وہ ناکام رہے...... اور پھر اسی جہاد کی برکت سے افغانستان میں 6 سالوں ہی کے لئے سہی، دنیا نے دیکھا کہ اسلام کس طرح ایک بار پھر انسانوں کو امن و عافیت فراہم کرسکتا ہے......

لیکن یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ افغانستان اور کشمیر کے لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دلانے والے پُر خلوص لوگوں کی...... پاکستان کے لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دلانے...... اور پاکستان میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کوئی جدوجہد نظر نہیں آتی...... اگر ہم صرف پاکستان ہی کی عوام کا تجزیہ کرلیں...... تو ہمیں نظر آئے گا کہ اس ظالمانہ نظام کی وجہ سے ملک کی 50% آبادی غربت کی لکیر سے نیچے زندگی بسر کررہی ہے...... اور ہر سال غربت، بھوک اور افلاس کی وجہ سے تقریباً ہزاروں افراد خودکشی جیسے حرام عمل پر مجبور ہوجاتے ہیں...... اور بے شمار مثالیں تو ایسی ہیں کہ لوگوں نے بھوک اور فاقوں سے تنگ آکر اپنے بیوی بچوں سمیت اجتماعی خوکشی کا اقدام اٹھانے سے بھی گریز نہیں کیا...... ذرا سوچئے تو سہی......! آخر انہیں کس جرم کی سزا دی جارہی ہے...... جبکہ اس کے برعکس جو اس ملک کا جاگیردار اور سرمایہ دار طبقہ ہے...... جو کہ ملک کا کچھ فی صد حصّہ بنتے ہیں...... ان کی عیاشیوں میں مزید اضافہ سے اضافہ ہوتا جارہا ہے آخر ان کا ہاتھ روکنے والا کون ہے......؟؟

اور اگر اسلامی نظام کے حوالے سے دیکھیں تو کیا پاکستان میں شریعت نافذ ہے......؟؟ کیا یہاں

تمام فیصلے اللہ اور اسکے رسول کے احکام کے مطابق ہوتے ہیں......؟؟ کیا معاشرے میں بے حیائی اور فحاشی اپنے عروج پر نہیں پہنچ چکی ہے...... جس نے ہمارے نوجوانوں کو دیمک کی طرح چاٹ لیا ہے...... اور کیا ہمارے ملک میں سود پر مبنی معاشی نظام موجود نہیں ہے......؟؟ کیا ہم نے بحیثیت پوری قوم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلانِ جنگ نہیں کر رکھا ہے ......؟؟ کیا آج ہمارے حکمران کھلے عام "کُفرِ بَوَاح" (کھلم کھلا کفر) کی طرف دعوت نہیں دے رہے......؟ کیا آج خلافت کے بابرکت نظام کو یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ "آج خلافت کا نظام قابل عمل نہیں"......! کیا آج داڑھی اور پردہ جیسے شعائر اسلام کا یہ کہہ کر مذاق نہیں اڑایا جارہا کہ "داڑھی اور پردہ" کو گھر پر رکھا جائے......؟ کیا آج برملا نہیں کہا جارہا کہ "موسیقی کو حرام کہنے والوں سے ہمیں مقابلہ کرنا ہوگا"...... کیا آج گستاخِ رسول ﷺ کی یاد میں منائے جانے والے میلے "بسنت" کو سرکاری سرپرستی میں نہیں منایا جارہا ہے......؟

کیا اس حدیث پر عمل کروانا ہماری ذمہ داری نہیں کہ:

((كُلُّ أُمَّتِيْ مُعَافًى اِلَّا الْمُجَاهِرِيْنَ))

(بخاری)

"میری پوری امت کو معاف کیا جاسکتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی اعلانیہ بغاوت کرنے والوں کو معاف نہیں کیا جاسکتا ہے۔"

پھر ہم اپنی عدالتوں کی طرف دیکھیں...... کیا یہاں سے ایک غریب کو انصاف ملنے کی توقع بھی کی جاسکتی ہے......؟؟ اور پھر کیا سیاسی سطح پر حاکمیت اللہ تعالیٰ کی ہے یا طاغوتی نظام کی حاکمیت ہے......! آج ہمارے ملک میں نافذ انگریزوں کے کالے قانون میں ایک ظالم کی تو پوری پوری حفاظت ہے...... مگر ایک غریب کے لئے اپنی جان و مال اور عزت و آبرو، کسی چیز کی کسی بھی سطح پر کوئی ذمہ داری نہیں...... آج ہمارے جو بھائی "لال قلعہ" اور "وائٹ ہاؤس" پر جھنڈے گاڑنے کی بات کرتے ہیں...... لیکن انہیں اسلام آباد کے ایوانوں میں پاس ہونے والے وہ قوانین کیوں نظر نہیں

آتے، جن میں قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کی کھلم کھلا خلاف ورزی کی گئی ہے اور "حدود اللہ" میں ترامیم کر کے اسلام کے چہرے کو مسخ کر کے پیش کیا گیا ہے ۔کیا ان تمام چیزوں کی روشنی میں اللہ کا یہ فتویٰ ہمیں پکار پکار کر نہیں کہہ رہا ہے کہ :

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ﴾

(سورة المائدة : ٤٤)

"جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی لوگ تو کافر ہیں۔"

کیا قرآن کریم کا یہ حکم ہمارے لئے نہیں :

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾

(سورة النساء : ١٣٥)

"اے ایمان والو! انصاف کو قائم کرنے کیلئے کھڑے ہو جاؤ اللہ (کے دین) کیلئے گواہی دیتے ہوئے۔"

آج یہاں کے مظلوم مسلمان چیخ چیخ کر اپنے علماء اور مشائخ سے پوچھتے ہیں کہ...... صاحبِ اقتدار تو جاہل ہیں...... اندھے ہیں اور مردہ ہیں...... مگر آپ تو آنکھوں والے ہیں......! آپ تو عالم ہیں...... آپ تو زندہ ہیں...... آپ نے ہمارے لئے کیا کیا......؟؟ اور سوالیہ انداز میں پوچھتے ہیں کہ...... کیا ہمیں اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے......؟؟ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کی طرح...... جیسے انہوں نے اپنے وقت کے عوام کو ظلم و ستم سے نجات دلا کر عدل وقسط پر قائم کرنے کی کوشش کی تھی...... ان کا وارث بنا کر ان ہی کی طرح ہمیں ظلم و ستم سے نجات دلانے کی ذمہ داری آپ پر نہیں ڈالی......؟؟ کیا ہمیں اس ظلم سے نجات دلانے...... اور اس ملک میں اسلامی نظام، جس میں درحقیقت مظلوم کی دادرسی بھی ہے...... اور ظالم سے پوچھ گچھ بھی ہو......! اس کے لئے آپ تمام اختلافات بھلا کر مل کر کام نہیں کر سکتے......؟؟

جان لیجئے ایک حدیث کے مطابق، جس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پوچھیں گے کہ:

''اے ابن آدم! میں بیمار تھا اور تم نے میری عیادت نہیں کی...... میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا...... میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا...... بندہ عرض کرے گا اے اللہ! تو رب العالمین ہے...... تیرا ان تمام چیزوں سے کیا واسطہ ؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے میرا فلاں بندہ بیمار تھا...... میرا فلاں بندہ بھوکا تھا...... میرا فلاں بندہ پیاسا تھا...... اگر تو اس کی خبر گیری کرتا تو مجھ کو اس کے پاس پاتا......

(صحیح مسلم)

تو کیا عین ممکن نہیں اللہ تعالیٰ یہ سوال بھی کرلیں کہ...... اے وراثتِ نبوت کے دعوے دارو! میرے بندے ظلم وستم کا شکار تھے تم نے ان کو بچانے کے لئے کیا کوشش کی......؟ مگر افسوس......! ان سب باتوں کے باوجود بھی ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ شاید ان مظلوموں کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں...... کون ہے جو ہماری ان باتوں پر کان دھرے......؟ لیکن آج اس اہم دینی فریضہ کی ادائیگی تو دور کی بات...... ہمارے دینی عناصر اس معاملے میں سوچنے کے لئے بھی تیار نہیں ہیں۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ...... بقول شاعر کہ:

وائے ناکامی کے متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اور

کسی نے بقراط سے جا کے پوچھا
مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا؟
کہا دکھ جہاں میں نہیں کوئی ایسا
کہ جس کی دوا حق نے کی نہ پیدا

مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں
کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھیں
یہی حال دنیا میں اس قوم کا ہے
بھنور میں جہاز آکے جس کا گھرا ہے

کنارا ہے دور اور طوفان بپا ہے
گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے
نہیں لیتے کروٹ. مگر اہل کشتی !
پڑے سوتے ہیں بے خبر اہل کشتی !!

اگر کیفیت واقعی یہ ہے تو نواسۂ رسول ﷺ حضرت حسینؓ کا وہ خطبہ سامنے رہے، جو انہوں نے کوفہ جاتے ہوئے "بیضہ" کے مقام پر دیا:

"لوگو! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جو شخص کسی ایسے بادشاہ کو دیکھتا ہے جو ظالم و جابر ہے، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کر رہا ہے، اللہ سے کئے ہوئے عہد کو توڑ رہا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سنت کو تہس نہس کر رہا ہے، اللہ کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کر رہا ہے، اور پھر بھی اُس شخص کو غیرت نہ آئے، نہ زبان سے وہ اس ظالم کے خلاف آواز اٹھاتا ہے نہ عملی طور پر ظالم کے خلاف کوئی قدم اٹھاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اس ظالم بادشاہ کی جگہ اُس (ظلم دیکھنے والے) شخص کو دوزخ کی آگ میں جھونک دے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ! یہ لوگ شیطان کی اطاعت قبول کر چکے ہیں اور رحمن کی اطاعت سے آزاد ہو گئے ہیں۔ ان لوگوں نے اللہ کی زمین کو فساد سے بھر دیا ہے، "حدود الٰہی" کو پامال کر دیا ہے۔ مالِ غنیمت میں سے اپنے لئے زیادہ وصول کرنے لگے ہیں، اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال اور حلال چیزوں حرام کر دیا ہے۔

اس لئے میں حق بجانب ہوں کہ مجھے غیرت آئے اور میں ان کی سرکشی اور بغاوت کو حق وعدل سے بدلنے کی کوشش کروں۔ وقت آگیا ہے کہ مؤمن حق کی راہ میں جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ میں شہادت کی موت چاہتا ہوں۔ ظالموں کے ساتھ زندہ رہنا خود بہت بڑا جرم ہے۔ میری ذات تم لوگوں کے لئے نمونہ ہے۔''

(اقتباس از ''شعور حیات'' از مولانا یوسف اصلاحی)

''اسلام کی چکی گردش میں ہے تو جدھر قرآن کا رخ ہو اسی طرف تم بھی گھوم جاؤ، ہوشیار رہو! قرآن اور اقتدار عنقریب الگ الگ ہو جائیں گے (خبردار) قرآن کو نہ چھوڑنا، آئندہ ایسے حکمراں ہوں گے جو تمہارے بارے میں فیصلے کریں گے۔ اگر تم ان کی اطاعت کروگے تو تمہیں سیدھی راہ سے بھٹکا دیں گے اور تم ان کی نافرمانی کروگے تو وہ تمہیں موت کے گھاٹ اتار دیں گے'' صحابی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ تو پھر ہم کیا کریں؟ فرمایا ''وہی کرو جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کیا، وہ لوگ آروں سے چیرے گئے، سولیوں پر لٹکائے گئے، خدا کی نافرمانی میں زندہ رہنے سے بدرجہا بہتر ہے کہ آدمی خدا کے احکام کی پیروی کرتے ہوئے جان دے دے۔''

(معجم طبرانی کبیر عن معاذ بن جبلؓ)

(اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جو بات حق ہے وہ ہمیں حق ہی کر کے دکھائے اور اس کی اتباع کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ اور جو بات باطل ہے وہ باطل ہی کر کے دکھائے اور اس سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین)

''آج مسلمان ایک دانشمندانہ اور حقیقت پسندانہ دینی قیادت کے محتاج ہیں' اگر آپ مسلمانوں کو 100 فیصد ''تہجد گزار'' بنادیں، سب کو متقی و پرہیز گار بنادیں، لیکن ان کا ماحول سے کوئی تعلق نہ ہو' وہ یہ نہ جانتے ہوں کہ ملک کدھر جارہا ہے، ملک ڈوب رہا ہے، ملک میں بداخلاقی وبا اور طوفان کی طرح پھیل رہی ہے، ملک میں (سچے) مسلمانوں سے نفرت پھیل رہی ہے، تو تاریخ کی شہادت ہے کہ پھر تہجد تو تہجد، پانچ وقتوں کی نمازوں کا پڑھنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے دینداروں کے لئے اس ماحول میں کوئی جگہ نہ بنائی' اور ان کو ملک کا بے لوث مخلص اور شائستہ شہری ثابت نہیں کیا کہ جو ملک کو بے راہ روی سے بچانے کیلئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اور ایک بلند کردار پیش کرتا ہے، تو آپ یاد رکھئے کہ عبادات و نوافل اور دین کی علامتیں اور شعائر تو الگ رہے، وہ وقت بھی آسکتا ہے کہ مسجدوں کا باقی رہنا بھی مشکل ہوجائے گا، اگر آپ نے مسلمانوں کو اجنبی بنا کر اور ماحول سے کاٹ کر رکھا، زندگی کے حقائق سے آنکھیں بند رہیں اور ملک میں ہونے والے انقلابات، نئے نئے قوانین، عوام کے دل و دماغ پر حکومت کرنے والے رجحانات سے وہ بے خبر رہے تو پھر قیادت تو الگ رہی (جو خیر امۃ کا فرضِ منصبی ہے) اپنے وجود کی حفاظت بھی مشکل ہوجائے گی۔''

(کلید بردار کعبۃ اللہ، مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)